درسِ قرآن

محمد احمد حافظ

عدل وانصاف کے ساتھ گواہی دو

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوَّامِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ اِنۡ يَّكُنۡ غَنِيًّا اَوۡ فَقِيۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الۡهَوٰٓى اَنۡ تَعۡدِلُوۡا وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا (النساء:۱۳۵)

''اے ایمان والو! قائم رہو انصاف پر، گواہی دو اللہ کے لیے اگر چہ (اس میں) نقصان ہی ہو تمہارا یا والدین کا یا قرابت والوں کا۔ اگر کوئی مال دار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے زیادہ ہے۔ سو تم خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو۔ انصاف کرنے میں اگر تم کج بیانی کرو گے یا پہلوتہی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔''

معانی الفاظ:

قَوَّامِيۡنَ : قائم رہنے والے، نگران اَلۡقِسۡط: انصاف، عدل، برابری شُهَدَآء : گواہ، حاضر، موجود اَقۡرَبِيۡنَ : قریبی رشتہ دار هَوٰٓى: نفسانی خواہش، ناجائز رغبت تَلۡوٗۤا: تم کج بیان کرو، تم پیچیدگی پیدا کرو تُعۡرِضُوۡا : تم اعراض کرو گے، منہ پھیرو گے

معارف وتفسیر:

سورۃ نساء کی اس آیت میں مسلمانوں کو عدل وانصاف پر قائم رہنے اور سچی گواہی دینے کی ہدایت کی گئی ہے اور جو چیزیں قیامِ عدل میں رکاوٹ ہوسکتی ہیں، انہیں نہایت بلیغ انداز میں دور کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء کرام مبعوث فرمائے، من جملہ دیگر مقاصد کے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ظلم وسرکشی کو ختم کر کے عدل وانصاف کا بول بالا کیا جائے۔ تمام انسانوں کو معبودِ حق کی اطاعت وفرماں برداری کی مبارک شاہراہ پر چلایا جائے اور جو لوگ وعظ وارشاد کے باوجود اپنی سرکشی وبغاوت پر اَڑے رہیں۔ انہیں قانونی سیاست اور تعزیر کے ذریعے عدل وانصاف پر قائم رہنے پر مجبور کیا جائے۔ چناں چہ قرآنِ مجید کی سورۃ حدید میں انبیاء ورسل کے اس مقصد کو نہایت کھلے انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَيِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡمِيۡزَانَ لِيَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ (الحدید:۲۵)

''ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تا کہ لوگ سیدھے رہیں انصاف پر۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں کا نزول اور انبیاء کا مبعوث ہونا اسی عدل وانصاف کے

قیام کے لیے ہے۔

عدل وانصاف کیا ہے؟

یہ بات جاننا بھی ضروری ہے کہ عدل وانصاف کا مفہوم کیا ہے؟ اس لیے کہ محض انسانی عقل عدل وانصاف کا حقیقی مفہوم متعین نہیں کرسکتی۔ دنیا میں مختلف انسانی طبقات اپنے اپنے معاشرے، قبائل اور رسوم ورواج کے مطابق عدل ونصاف کا مفہوم متعین کرتے ہیں۔ مگر اسلام میں ایسے کسی عدل کا تصور نہیں جسے عقلِ انسانی نے اپنے طور پر اخذ کیا ہو بلکہ اسلام میں عدل وہی ہے جو وحی الٰہی کے ذریعے بیان کردیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتَابَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّہٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ فَلَاتَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ o وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلاً ط لَامُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ ج وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o الانعام۔۱۱۴۔۱۱۵)

''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ۔ سو تم شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔ اور تیرے رب کی بات پوری سچائی ہے اور تیرا عدل کوئی تبدیلی کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کی بات کو اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن ہی ہے جو کامل حق ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔ اس لیے کہ یہ کتاب تمام کی تمام عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ ایسا عدل وانصاف جسے تبدیل کرنے کا حق کسی فرد بشر کے پاس نہیں۔ عدل کی اہمیت کو ایک جگہ یوں بیان فرمایا گیا ہے...... وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ ''مجھے حکم ہے کہ عدل کروں تمہارے درمیان۔'' (الشوریٰ) ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ الخ ''اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل کا'' (النحل) چنانچہ عدل وانصاف کی یہ میزان مومنین کی ساری زندگی پر حاوی ہے۔ ارکانِ اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، توحید کے ساتھ آپس کے لین دین، تجارت وزراعت، قرض وامانت، مزدوری ودست کاری اور جتنے بھی شعبہ ہائے زندگی میں ان سب میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرنا اور شریعت کے بتائے گئے طریقہ کار کو انفرادی واجتماعی زندگی میں پیش نظر رکھنا یہی عدل وانصاف ہے۔ زیر درس آیت میں اہل ایمان کو عمومی خطاب اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عدل وانصاف کا قیام محض حکومت وامارت کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر مسلم ومومن اس کا مکلّف ہے۔ زیر درس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ قسط کے معنیٰ عدل وانصاف کے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ عدل وانصاف پر ٹھیک ٹھاک قائم ہوجاؤ۔

شہادت میں حق پر قائم رہنا:

زیر درس آیت میں عدل وانصاف کا برتاؤ کرنے کا حکم جس معاملے کے لیے کیا گیا' وہ ہے شہادت (یعنی گواہی) شہادت کا معاملہ نہایت خاص ہے اور یہ ایک ذمہ داری ہے۔ انسانی زندگی میں عام طور پر اور خصومات میں خاص طور پر اسی ذمہ داری کو نباہنا پڑتا ہے۔ شہادت کے ساتھ عدل وانصاف اور ظلم وسرکشی کا گہرا تعلق ہے۔ اگر شہادت ایک ذمہ داری سمجھتے ہوئے اور حق پر قائم رہتے ہوئے دی گئی ہے تو عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا۔ اگر شہادت میں خواہش نفس اور

جھوٹے قول کو دخل ہے تو لازمی طور پر ظلم وزیادتی جنم لیں گے اور معاشرہ فساد زدہ ہوجائے گا۔اسی لیے پہلے تو تاکید کی گئی کہ عدل کو اختیار کرو پھر آگے شہادت کا ذکر فرمایا۔اسی مفہوم کی ایک آیت سورۃ طلاق میں ہے......وَاَشْهِدُوا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ''اور گواہ کرلو دو صاحبِ عدل اپنے میں سے اور سیدھی ادا کرو گواہی اللہ کے لیے۔''

زیرِ درس آیت میں اہلِ ایمان کو بتایا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں حق پر مبنی گواہی دیں۔اس گواہی دینے میں خواہ ان کی اپنی جانوں کو نقصان پہنچے۔خواہ ان کے والدین کو عزیز و اقارب کو وہ کسی حال میں بھی حق وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔آج ہم اگر اپنے فساد زدہ معاشرے پر سرسری نگاہ دوڑائیں اور ایک نظر اپنی عدالتوں کی طرف بھی دیکھ لیں تو قرآن مجید کی عدل وانصاف کے حوالے سے تاکید کی خوب وضاحت ہوجائے گی۔عدالتوں میں جھوٹی گواہیوں اور جھوٹی قسموں کا کاروبار عروج پر ہے۔جھوٹ کو سچ اور سیاہ کو سفید بنانے میں ہمارے وکلاء یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔جھوٹی گواہیوں کے ذریعے غریبوں،مسکینوں،یتیموں اور ناداروں کا حق ڈکار لیا جاتا ہے۔ظالم کامیاب ہے اور مظلوم نامراد۔نتیجہ یہ ہے کہ پورا معاشرہ فساد زدہ ہوچکا ہے اور تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہے۔اس فساد سے بچنے کے لیے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی قرآن مجید نے تاکید فرمادی تھی کہ کبھی حق وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔اپنے والدین اور قریبی عزیزوں کی بھی پروا نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔اہل ایمان کو باور کرایا گیا کہ یہ گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔اگر تمہارے والدین یا تمہاری جانوں کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہے تو اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔اَوْلٰى بِهِمَا کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ ان تمام لوگوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اس کا دھیان رکھا جائے۔

شہادت کی یہ تفصیل اس سے متعلق ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کے حق میں گواہی دے۔مولانا قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں بیان فرماتے ہیں کہ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیتِ ذات،کمالِ صفات،اس کی کتابوں،رسولوں،فرشتوں کی صداقت اور احکام کی حقانیت کے گواہ بن جاؤ۔خواہ اس شہادت سے تمہاری اپنی ذات کو یا والدین اور عزیز و اقارب کو کسی قسم کا دکھ پہنچے۔تم قتل کردیئے جاؤ،والدین کو نقصان پہنچے،مال واسباب تباہ ہوجائے یا تم مفلس وقلاش ہوجاؤ۔ہر حال حق کی اتباع کرو۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والے کو بھی شہید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنی عزیز ترین متاع جان کی قربانی کے ذریعے شہادتِ حق کا فریضہ ادا کرتا ہے۔اس لیے کہ کوئی مال دار ہو،نادار ہو،اُن کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر ہے۔تمہیں چاہیے کہ شہادت کے معاملے میں خواہشِ نفس کی اتباع ہرگز نہ کرو۔آخر میں یہ بھی فرمادیا کہ اگر تم نے کج بیانی کی یا سچی گواہی دینے سے اعراض برتا اور اس کے نتیجے میں کمزور و بے قصور پھانس لیا گیا تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ بھی تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں۔فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ترہیبی جملہ ہے۔جس میں انسانوں کو باور کرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حرکتوں سے،ہماری سوچوں اور دلوں میں اٹھنے والے خیالات سے اچھی طرح واقف ہیں۔اگر تم نے خواہشِ نفس کا اتباع کیا تو یاد رکھو تمہارے ساتھ برا سلوک ہوگا۔آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں حق وانصاف پر قائم رہنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔آمین یارب العالمین۔